حضرت یونسؑ اور واقعۂ حُوت

تحقیق از جناب سید شبیر محمد۔ گلبرگ لاہور

بلاشبہ ترقی کے اس دور میں ہر شخص اس حقیقت کا اقرار کرے گا کہ آئے دن دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے محیر العقول اوامر و عوامل کے تابع ایسے ایسے واقعات و عجائبات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں جو ہمیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ کبھی کسی ہوائی حادثہ کی خبر شائع ہوتی ہے کہ اس میں سوار سب مسافر لقمۂ اجل بن گئے ہیں سوائے ایک ناتوان شیر خوار بچے کے جو معجزانہ طور پر زندہ بچ رہا۔ اسی طرح شُلیوان (SULLIVAN) نامی کی ریاست ورجینیا کا ایک شخص سات دفعہ آسمانی بجلی گرنے کے بعد بھی زندہ بچتا رہا، گو پہلی چھ مرتبہ اسے معمولی معمولی گزند پہنچتا رہا۔ لیکن ساتویں مرتبہ اس کا پیٹ اور چھاتی بُری طرح جل گئے۔ اور اسے ہسپتال میں داخل ہو کر علاج کروانا پڑا، جس کے بعد وہ تندرست ہو گیا۔

اسی طرح ایک بہت عظیم معجزے کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کو جسے وھیل نے نگل لیا تھا، زندہ و سلامت بچا لیا تھا۔ اس معجزے کا قصہ ہم تفصیلاً یہاں بیان کرتے ہیں۔

حضرت یونسؑ اور حوت کا ذکر قرآنِ پاک کی سورۃ الصافات اور سورۃ القلم میں آیا ہے۔ اوّل الذکر کی آیات نمبر ۱۴۲، ۱۴۳ میں وارد ہے کہ حوت نے حضرت یونسؑ کو نگل لیا

اور وہ ملامت زدہ تھا - اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روزِ قیامت تک اس (حوت) کے پیٹ میں رہتا - آخر کار ہم نے اسے بڑی سقیم حالت میں چٹیل زمین پر پھینک دیا - اور اس پر ایک بیل دار درخت اُگا دیا - سورہ القلم کی آیات نمبر ۴۸، ۴۹ میں یوں مذکور ہے - " پس اپنے رب کا فیصلہ صادر ہونے تک صبر کرو - اور حوت والے (حضرت یونسؑ) کی طرح نہ ہو جاؤ - جب اس نے پکارا تھا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا - اگر اس کے رب کی مہربانی شاملِ حال نہ ہوتی تو وہ مذموم ہو کر چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا۔"

سورہ الانبیاء کی آیات نمبر ۸۷، ۸۸ میں حضرت یونسؑ کا ذکر بطور ذوالنون ہوا ہے - مذکورہ آیات میں حضرت یونسؑ کی مشہور دعا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ مذکور ہے - اللہ پاک نے فرمایا " کہ جب حضرت یونسؑ نے (نون کے پیٹ کی) تاریکیوں میں یہ دعا مانگی تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور غم سے اس کو نجات بخشی" - گویا یہ ایک نادر الوقوع معجزہ تھا جو مشیتِ ایزدی سے حضرت یونسؑ کو پیش آیا -

چند حضرات نے جو معجزات کے قائل نہیں ہیں، اس واقعہ کی متعلقہ آیات کے ترجمے اور تفسیر میں بلاوجہ تعبیریں کی ہیں - ان میں سر سید احمد خاں، مولوی محمد علی لاہوری اور غلام احمد پرویز شامل ہیں - ان کے علاوہ مشہور ترک رہنما خالدہ ادیب خانم نے اپنی کتاب " اندرونِ ہند" کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھا ہے کہ مغرب زدہ موجودہ نسل کے ایک ترک نوجوان طالب علم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ " میں اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتا کیونکہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں کیونکر زندہ رہے " ہمارے نزدیک ایسے لوگوں کا یہ رویہ درست نہیں اور یہ محض ان کی لاعلمی اور کم فہمی پر مبنی ہے -

یہاں حوت اور نون ہم معنی الفاظ ہیں، اور صاحب الحوت اور ذوالنون حضرت یونسؑ کے القاب ہیں - حوت اور نون سے مراد ایک کوہ پیکر آبی جانور ہے - مادہ حوت بچہ جنتی ہے اور مچھلی کی طرح انڈے نہیں دیتی جن سے بچے نکلیں - علاوہ بریں حوت اپنے نوزائیدہ بچے کو دودھ پلاتی ہے - جو بہت گاڑھا اور مقوی ہوتا ہے - حوت پھیپھڑوں کے ذریعے سانس

لیتی ہے۔ اس دیو قامت آبی جانور کو مچھلی کہنا غلط ہے۔ ہمارے قدما نے اسے دابہ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ انگریزی میں اسے (MAMMAL) ممالیہ کہتے ہیں۔

ہماری سائنسی تحقیقات کے مطابق حضرت یونسؑ اور حوت کا معجزہ نادر الوقوع اور محیر العقول ضرور ہے لیکن ناممکن الوقوع ہرگز نہیں۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ معجزہ ہوتا ہی محیر العقول ہے جس سے انسانی عقل عاجز آ جاتی ہے۔

بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ جو قادر مطلق ہے ایسے حالات کا اجتماع رونما کر سکتا ہے جن میں یہ معجزہ واقع ہوا۔ ہماری تحقیقات کی رُو سے مذکورہ حوت ایک قسم کی وہیل تھی، جسے (SPERM WHALE) کہتے ہیں۔ اس کو غزوہ سیف البحر سے متعلقہ احادیث میں عنبر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کی انتڑیوں سے مشہور زمانہ خوشبو نکلتی ہے جسے ——— (AMBERGRIS) یعنی عنبر کہا جاتا ہے۔

ذیل میں ہم اس آبی جانور کی قامت و جسامت، اوصاف و خصائل اور مخصوص عادات میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں تاکہ اس معجزے کے وقوع کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ یہ سب اوصاف و خصائص کسی اور قسم کی وہیل یا مچھلی مثلاً شارک وغیرہ میں بیک وقت نہیں پائے جاتے۔ اس لیے ان میں سے کسی ایک کا بھی اس معجزے سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

الف ——— جسامت کے لحاظ سے وہیل کی ایک قسم جسے نیلی وہیل یعنی BLUE WHALE کہتے ہیں، سب وہیلوں سے بڑی ہوتی ہے۔ اس کی لمبائی سو، سوا سو، فٹ تک ہوتی ہے۔ اور وزن ۵۰ اٹن تک ہوتا ہے۔ عنبر کی اوسط لمبائی ۶۰، ۷۰ فٹ ہوتی ہے۔ اور اس کا وزن ۹۰ ٹن تک دیکھنے میں آیا ہے۔ نیلی وہیل کے مقابلے میں عنبر کی جسامت اور وزن کم ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر بیل (BEALE) اور ڈاکٹر بینٹ (BENNET) نے ایک عنبر کی لمبائی ۸۴ فٹ لکھی ہے۔ اس کا زیادہ سے زیادہ محیط ڈاکٹر بیل کے اندازے کے مطابق ۳۶ فٹ اور زمین پر لٹانے کے بعد اس کی زیادہ سے زیادہ لمبائی ۱۲ سے ۱۴ فٹ ہوتی ہے۔ عنبر وہیل کے مشہور شکاری بلن (BULLEN) نے اپنی مشہور کتاب (CRUISE OF THE CACHALOT) میں لکھا ہے کہ ایک عنبر کی لمبائی جو اس کے مشاہدے میں آئی ۷۰ فٹ تھی۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ پیدائش کے

وقت عنبر کے بچے کی لمبائی ۱۳، ۱۴ فٹ اور وزن ایک ٹن سے کچھ زائد ہوتا ہے۔ اور یہ تقریباً ایک ٹن دودھ روزانہ پیتا ہے۔ اور دو سال کی عمر میں اس کی لمبائی ۲۴ فٹ تک ہو جاتی ہے اور وزن ۴ ٹن تک پہنچ جاتا ہے۔ ڈاکٹر شیفر (VICTOR SCHEFFER) کے بیان کے مطابق عنبر کی روزمرہ کی خوراک اس کے کل وزن کے ۳ فیصد کے برابر ہوتی ہے اور یہ عام جانداروں کی طرح پانی نہیں پیتی۔

ب ـــ عنبر وصیل کا جبڑا بہت لمبا ہوتا ہے۔ ٹلن نے ایک عنبر کا نچلا جبڑا ناپا تو وہ ۱۹ فٹ تھا۔ عام اندازے کے مطابق اس کے سر کی لمبائی اس کے جسم کی کل لمبائی کے ⅓ کے برابر ہوتی ہے۔ گو انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کی جلد ۱۹ مطبوعہ ۱۹۸۱ء کے صفحہ ۸۰۰ پر مندرج بیان کے مطابق ½ تک بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے اوپر کے جبڑے میں دانت نظر نہیں آتے، البتہ نچلے جبڑے میں بلوغت کے قریب فاصلے فاصلے پر دانت نکل آتے ہیں جن سے یہ اپنی خوراک کو چبانے کا کام نہیں لے سکتی۔ البتہ اس کے بڑے بڑے ٹکڑے کر سکتی ہے۔ یہ اپنی خوراک کو جو بالعموم (SQUID) پر مشتمل ہوتی ہے، سالم نگل لیتی ہے۔

ج ـــ اس کا حلق بہت فراخ اور وسیع ہوتا ہے جس سے یہ ایک لحیم وشحیم انسان کو بآسانی نگل سکتی ہے اور بعد میں خاص حالات میں اسے اُگل کر باہر پھینک سکتی ہے۔ اس کے حلق کے نیچے کئی جھریاں (FOLDS) بھی ہوتی ہیں۔ اور جب اسے معمول سے زیادہ بڑی چیز نگلنا پڑ جائے تو اس کا حلق جھریوں کے کھل جانے سے وسیع تر ہو سکتا ہے اور وہ ایک عام انسان کی جسامت سے بڑی اشیاء کو بھی بآسانی نگل سکتی ہے۔

د ـــ اس کے پیٹ کے بالعموم چار بڑے حصے ہوتے ہیں۔ تازہ شکار یا تو اس کے حلق میں اٹک جاتا ہے یا کچھ دیر بعد اس کے پیٹ کے پہلے حصے میں چلا جاتا ہے۔ اس کا عملِ انہضام بالعموم بعد میں اس کے پیٹ کے دوسرے اور تیسرے حصے میں ہوتا ہے۔

ر ـــ اکثر اوقات یہ آبی کوہ پیکر جانور دریاؤں یا سمندروں کے ساحلوں پر موجوں کے جزر کے وقت یا اس کے بعد آوارہ، واماندہ یا وارفتہ حالت میں (STRANDED) بھی پایا جاتا ہے۔ اس وقت اس پر ایسی سراسیمگی اور وحشت طاری ہو جاتی ہے کہ یہ واپس دریا یا سمندر

بیں نہیں لوٹ سکتا۔ اس وقت اس کی جان کنی شروع ہو جاتی ہے۔ اور اپنے ہی بوجھ کے تلے اس کا سینہ دب کر پچک جاتا ہے اور اس کے پھیپھڑے جواب دے جاتے ہیں۔ اکثر اوقات عنبر وھیل کے غول اس طرح کسمپرسی کی حالت میں بعض ساحلوں پر دیکھنے میں آئے ہیں۔ اگرچہ کبھی کبھی اکے دُکے عنبر وھیل بھی ساحلوں پر مُردہ حالت میں پائے گئے ہیں۔ برزن (BERZIN) نامی ایک روسی ماہر نے ایک معتبر معلوماتی کتاب عنبر وھیلوں پر لکھی ہے۔ اس میں اس نے لکھا ہے "کہ کئی دفعہ بڑے بڑے سمندروں کے ساحلوں کے علاوہ، بحیرۂ روم، عرب امارات، خلیج ایران، بحیرہ قلزم اور اِرد گرد کے علاقائی ساحلوں پر بھی ایسے عبرت ناک مناظر دیکھنے میں آئے ہیں۔

س ——— ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عنبر وھیل جب قریب مرگ ہوتی ہے یا شکاری کے وار سے قریب المرگ ہو جاتی ہے یا کسی اور وجہ سے وحشت اور سراسیمگی میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اکثر خوراک وغیرہ کو جو اُس نے کچھ دیر پہلے نگلی ہو اپنے حلق (GULLET) یا پیٹ کے پہلے حصے سے باہر اگل پھینکتی ہے۔ بلن نے لکھا ہے کہ "ایک دفعہ اس نے سمندر کی سطح پر ایک ضخیم شے تیرتی ہوئی دیکھی جو بہت صاف اور شفاف تھی، جس کی ضخامت ۶×۶×۸ نکلی۔ مزید تحقیقات پر اُسے معلوم ہوا کہ یہ CUTTLE FISH یا SQUID کا ایک ٹکڑا تھا جسے ایک SPERM WHALE نے ہڑپ کر لیا تھا اور بعد میں موت سے پہلے اس نے اُسے باہر اُگل پھینکا تھا۔ ۱۹۵۵ء میں کلارک CLARKE نامی ایک برطانوی ماہر نے ایک ۴۷ فٹ لمبے سانڈ کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے ایک سالم SQUID برآمد ہوا جس کی لمبائی ۴۵ء ۳۴ فٹ تھی اور اس کا وزن ۴۰۰ پونڈ تھا۔ اسی ماہر نے ۱۹۵۶ء میں ایک اور عنبر کے پیٹ میں سے ایک ۲ء ۸ فٹ لمبی شارک نکالی۔ نارمن اور فریزر نامی دو برطانوی ماہرین نے ایک عنبر وھیل کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے ایک ۱۰ فٹ لمبی شارک برآمد ہوئی۔ ایک امریکی مصنف رچرڈ ایلس (RICHARD ELLIS) نے بھی کئی ایسے واقعات کا ذکر اپنی کتاب (THE BOOK OF WHALES) میں کیا ہے۔ اس نے اس کتاب کے صفحہ ۱۰۴ پر جاپانی ماہرین اوکوٹانی اور نموٹو (OKOTAN A NEMOTO) کے حوالے سے لکھا ہے کہ عنبر وھیل کے پیٹ میں سے جو جو SQUID ان کے مشاہدے میں آئے وہ بھی بالکل صحیح و سالم تھے

اور ان کے جسموں پر وھیل کے دانتوں وغیرہ کے کوئی نشان یا زخم نہ تھے۔ ابلس نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک قریب المرگ عنبر نے کئی بھری ہوئی بالٹیوں کے برابر بار بار تازہ کھائے ہوئے (SQUID) بذریعہ قے باہر اگل پھینکے۔

ص ــــ عنبر وھیل کی ایک مخصوص پیدائشی عادت جس کا ذکر ڈاکٹر بیل DEALE اور پروفیسر سلیپر (SLIJPER) نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ پانی میں تیرتے وقت عنبر وھیل اپنے نچلے جبڑے کو نیچے لٹکا لیتی ہے۔ اور اس طرح اس کے تالو اور جبڑے کی پُرکشش رنگت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس رنگت کا ایک مسمریزمی اثر ہوتا ہے جس سے مسحور ہو کر بہت سا شکار مثلاً مچھلی یا (SQUID) خود بخود اس کے حلق میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ جو ماہرین اس جادو اثری کے قائل نہیں وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ عنبر پانی میں تیرتے وقت اپنا منہ کھلا رکھتی ہے اور جو چیز بھی اس کے منہ کے سامنے آتی ہے وہ خود بخود اس کے حلق میں اتر جاتی ہے۔ عام طور پر (SQUID) اس کی خوراک کا اہم جزو ہے۔ گو یہ ہر قسم کی مچھلیاں اور دوسرے آبی جانور بھی کھا جاتی ہے۔ بعض ماہرین نے لکھا ہے کہ کئی عنبر وھیلیں اندھی ہو جاتی ہیں یا باہمی لڑائی یا حادثات میں ان کے نچلے جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں یا مڑ جاتے ہیں، لیکن پھر بھی وہ اپنی دوسری تندرست ساتھی عنبر وھیلوں کے مقابلے میں لاغر یا کمزور تر نہیں پائی گئیں، کیونکہ حسبِ عادت منہ کھول کر تیرتے وقت ان کی خوراک وافر اور کافی مقدار میں ان کے حلق میں اتر جاتی ہے۔

ط ــــ عنبر وھیل ایک سیلانی آبی جانور ہے جو غولوں کی صورت میں محوِ سفر رہتا ہے اور دنیا کے اکثر سمندروں، دریاؤں، خلیجوں، کھاڑیوں اور بڑی بڑی جھیلوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کا مخصوص عملِ تنفس اور اس کا متعلقہ نظامِ تشریح بھی قابلِ غور ہے۔ اس کے تنفس میں حیرت انگیز باقاعدگی پائی جاتی ہے۔ عنبر وھیل بڑی باقاعدگی کے ساتھ غوطے لگاتی ہے بعض دفعہ تو عنبر وھیل ۳،۷۲۰ فٹ کی گہرائی تک یا اس سے بھی زیادہ گہرائی تک غوطہ لگاتی پائی گئی ہے۔ ایک دفعہ تو غوطہ ۸۲ منٹ تک جاری رہا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ سطحِ آب سے نیچے تیرتے وقت یا غوطے کے دوران یا منہ کھول کر شکار کے وقت اس کے حلق یا پیٹ یا پھیپھڑوں میں پانی داخل نہیں ہو سکتا۔ برزن نے اپنی کتاب کے صفحات ۱۱۱، ۱۱۵ اور ۱۱۶ پر اس امر کی

وضاحت کی ہے۔ اور ماہرین کے علاوہ ڈاکٹر بیل نے بھی اس خصوصیت پر روشنی ڈالی ہے۔
عام مشاہدوں میں آیا ہے کہ اگر عنبر وھیل ایک منٹ تک پانی میں غوطہ لگاتی ہے تو ایک دفعہ سطح آب پر نمودار ہوکر مخصوص طور سے سانس باہر نکالتی ہے جو ایک مرطوب بھاپ کی صورت میں بلند ہوتا ہے۔ علاوہ بریں بعض اوقات سطح آب سے اوپر بہت بلند چھلانگ بھی لگاتی ہے۔

ع — غزوۂ سیف البحر کے سلسلے میں عنبر وھیل کا ذکر ہم اشارۃً گذشتہ پیرا نمبر ۴ کے آغاز میں کر چکے ہیں۔ اس کی کچھ تفاصیل دلچسپ ہیں جن کا یہاں ذکر کرنا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ اس کی عظیم جسامت کے پیشِ نظر اسے ایک بہت بڑے ٹیلے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ اس قدر عظیم الجثہ تھی کہ تین سو غازیوں نے جن کا راشن ختم ہوچکا تھا اور بھوک کے مارے ہوئے تھے اور درختوں کے پتے کھاتے رہے۔ انہوں نے اٹھارہ دن اور بعض روایتوں کے مطابق تیس دن تک اس کا گوشت پیٹ بھر کر کھایا اور اس کی چربی (BUTTER) سے اپنے نحیف و نزار جسموں پر مالش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ تندرست و توانا ہو گئے۔ اس کا کچھ گوشت جو اُن سے بچ رہا وہ واپسی پر مدینہ منورہ لے گئے۔ جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا۔ اس عنبر کی جسامت کا مزید اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے جو اس لشکر کے سالار تھے اس کی پسلی کی ہڈیوں کو زمین میں گڑوا کر ایک طویل القامت غازی کو ایک اونچے اونٹ پر سوار کرا کر اس کے نیچے سے گزرنے کا حکم دیا تو وہ بآسانی گزر گیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا انسان کو ایسا حادثہ پیش آسکتا ہے جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو پیش آیا تھا۔ ہمارے مطالعے میں ایک ایسے حادثے کا ذکر آیا ہے۔ فرانس کے رسالہ (JOURNAL DES DEBATS) مجریہ ۴ مارچ ۱۸۹۸ء میں عنبر وھیل کے ایک شکاری جیمز بارٹلے (JAMES BARTLEY) کا واقعہ شائع ہوا تھا، جو عنبر کے شکار کرنے والے (STAR OF THE EAST) نامی جہاز پر ملازم تھا۔ جنوبی امریکہ کے ملک ارجنٹائن کے نزدیک فاک لینڈ کے جزیرے کے قریب اس جہاز کے عملے کو ایک عنبر وھیل دکھائی دی جسے شکار کرنے کے لیے ایک کشتی سمندر میں اتاری گئی جسے بارٹلے چپوؤں کے ذریعے سے چلا رہا تھا۔ دوران شکار وھیل سے شدید مقابلہ ہوا تو وھیل کی ٹکر سے کشتی دو ٹکڑے ہوگئی

اور بارٹلے سمندر میں گر کر وھیل کے حلق میں چلا گیا ۔ کوئی دو گھنٹے بعد یہ وھیل مار دی گئی ۔ اگلے روز علی الصبح جب وھیل کا پیٹ چاک کیا گیا تو اس میں سے بارٹلے بے ہوشی کے عالم میں زندہ پایا گیا ۔ اس کے ساتھیوں نے نکال کر اسے فوری طبی امداد بہم پہنچائی ۔ چنانچہ مناسب علاج معالجے اور دیکھ بھال اور آرام کے بعد بارٹلے تندرست ہو گیا ۔ گو وھیل کے اندر کی تیزابی رطوبت سے اس کی جلد متاثر ہوئی جو اپنا اصلی رنگ کھو بیٹھی ۔ بارٹلے کا جو قصہ فروری ۱۹۶۴ء کے اُردو ڈائجسٹ میں شائع ہوا تھا ، اس میں کئی اغلاط تھیں ۔ بعض سائنس دانوں نے البتہ اس قصے کی اصلیت سے انکار کیا ہے ۔ لیکن اس کے لیے کوئی معقول وجہ بیان نہیں کی ۔ ۱۹۲۷ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر ولسن نے پرنسٹن تھیولوجیکل ریویو کی جلد نمبر ۲۵ میں ایک آرٹیکل لکھا تھا جس کا عنوان THE SIGN OF THE PROPHET JONAH AND ITS MODERN CONFIRMATION تھا ۔ اس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بارٹلے کا قصہ صحیح ہے ۔ اور سائنس کے نقطۂ نظر سے اس کے صحیح تسلیم کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے ۔ انہوں نے اسی قسم کے ایک اور حادثے کا بھی ذکر کیا تھا ۔ لیکن اس کے باوجود بائیبل کے موجودہ مفسرین نے سائنس دانوں کی شدید نکتہ چینی کے پیش نظر یونسؑ اور " بڑی مچھلی " کے قصے کو ایک تمثیل کہا ہے ۔

ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ حضرت یونسؑ کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا ۔ جب وہ نینوا سے بھاگ کر کشتی میں سوار ہوئے تو دریا میں یکایک طوفان اُٹھا ۔ کشتی والوں نے قرعہ ڈالنے کے بعد حضرت یونس کو دریا میں اُٹھا پھینکا ۔ وہاں اتفاق سے ایک عنبر وھیل حسب معمول منہ کھولے دریا میں تیر رہی تھی ۔ اس نے حضرت یونسؑ کو ہڑپ کر لیا ۔ پھر آناً فاناً طوفان ٹل گیا ۔ جب حضرت یونسؑ عنبر کے پیٹ میں تھے تو انہوں نے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ استغفار کیا اور وہ مشہور دُعا مانگی جس کا ذکر ہم اوپر پہلے پیرے میں کر آئے ہیں ۔ ربِ عزت نے ان کی دُعا قبول کر لی ۔ طوفان ختم ہونے کے بعد چونکہ جزر آ گیا اس لیے عنبر وھیل ساحل دریا پر پڑی رہ گئی اور قریب المرگ ہو گئی ۔ پھر حسب معمول اس نے انہیں ریتیلے ساحل پر اُگل پھینکا ۔ لیکن خدائے عز و جل نے جو قادرِ مطلق ہے انہیں زندہ سلامت بچا لیا ۔ گویا

کے پیٹ یا حلق میں رہنے کی وجہ سے اس کے اندر کی تیزابی رطوبتوں سے ان کی جلد متاثر ہوئی لیکن شافیٔ مطلق نے انہیں شفا بخشی۔

حضرت یونسؑ کتنی دیر عنبر وھیل کے پیٹ میں رہے۔ اس کے متعلق علماء میں اختلاف رائے ہے۔ بغوی نے بحوالہ مقاتل بن حیان لکھا ہے کہ تین دن رہے۔ عطا نے سات روز کہا ہے۔ ضحاک نے کہا بیس روز۔ سدی کلبی اور مقاتل بن سلیمان نے کہا ہے کہ چالیس روز رہے لیکن ہمیں ان آراء کے قبول کرنے میں تردد ہے۔ کیونکہ عنبر وھیل کے حلق یا پیٹ کے پہلے حصے میں تو انسان زندہ رہ سکتا ہے اور وہاں سے عنبر وھیل اسے باہر پھینک سکتی ہے۔ لیکن وہاں زیادہ عرصہ اٹکا نہیں رہ سکتا۔ وہاں سے پیٹ کے دوسرے یا تیسرے حصے میں پہنچنا ایک قدرتی عمل ہے۔ اور ان حصص میں عمل انہضام شروع ہو جاتا ہے۔ وہاں اول تو زندہ بچ رہنا ناممکنات میں سے ہے اور پھر وہاں سے باہر آ کر اگل پھینکنا بعید از قیاس ہے۔ ہمیں حاکم کی روایت میں حضرت ابن عباسؓ کا قول اور ابو الشیخ کی روایات میں ابو مالک کا قول اور عبدالرزاق اور ابن مردویہ کی روایت میں ابن جریج کا قول اور عبد بن حمید و ابن المنذر کی روایت میں عکرمہ کے قول سے اتفاق ہے کہ دن کا کچھ حصہ حضرت یونسؑ عنبر وھیل کے پیٹ میں رہے۔ البتہ وقت کا تعین کہ چاشت کے وقت سے شام تک رہے، اس سے ہمیں اتفاق نہیں۔ اس ضمن میں ہم یہ بیان کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ بائیبل کے مطابق حضرت یونسؑ تین دن اور تین رات "بڑی مچھلی" (BIG FISH) کے پیٹ میں رہے۔ یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ٹی۔ ایچ ہکسلے جیسے مشہور سائنس دان نے اس بیان کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ بلکہ بعض نے تو اس کی تضحیک کی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس دور میں بائیبل کے اکثر مفسرین بائیبل کے اس قصے کو ایک تمثیل کہتے ہیں۔ اور اس کی تاریخیت اور واقعیت کے منکر ہیں۔

اپنی سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اس معجزے کے وقوع کے تسلیم کرنے میں کوئی عقلی دلیل مانع نہیں ہے۔ اور کوئی صاحب عقل و فہم انسان اس کے قرآنی بیان پر کسی قسم کی حرف گیری نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ قرآن پاک نہ تو

سائنس کی کتاب ہے۔ نہ تاریخ کی۔ نہ افسانوں کا مجموعہ ہے، نہ ناول ہی ہے۔ اس کا مقصدِ وحید تمام انسانوں کو مذہبی تعلیم دینا ہے۔ پرانے قصص بیان کر کے بنی نوعِ انسان کو خدائے ذوالجلال والاکرام کی قدرتِ کاملہ کا یقین دلانا ہے اور انہیں فلاحِ دارین کی طرف بلانا ہے۔ انتہائی مایوسی کے عالم میں بھی اسی خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف رجوع کرنے سے تقدیریں بھی بدل جاتی ہیں۔ حضرت یونسؑ اور وھیل کے معجزے میں بھی ایسے ہی دل نشین اسباق ملتے ہیں، جو غیر ضروری جزئیات سے پاک ہیں۔ یہ بات خاص طور پر ذہن نشین رہنی چاہیے کہ باوجودیکہ موجودہ دور میں سائنس نے حیرت انگیز ترقی کر لی ہے تاہم عنبر وھیل کے متعلق ابھی تک کماحقہٗ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں اور ماہرین اور سائنس لگاتار اس حیرت انگیز مخلوق کے متعلق تحصیلِ علم اور مشاہدات میں مصروف ہیں اور سوائے اس کے ہمیں چارہ نہیں کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔

(بقیہ اقبال اور نفاذ شریعت)

اس کا جواب نفی ہی میں ہے۔ اقبال اگر آج زندہ ہوتا اور دیکھتا کہ مسلمان ممالک کی پارلیمنٹوں نے کس طرح اسلامی شریعت کو نظر انداز کر کے مغربی ممالک یا سوشلسٹ ممالک کے قوانین کو اندھی عقیدت سے اپنایا ہے تو وہ یقیناً اس کی مذمت کرتا۔ اب اگر ان عملی مشکلات کا حل ڈھونڈنے کی کوئی کوشش کی جائے تو اس کی یہ کہہ کر مخالفت نہیں کی جانی چاہیے کہ اقبال اس کا مخالف تھا۔ اقبال کو اپنی زندگی میں جب کبھی دینی امور میں کوئی مشکل پیش آتی تھی تو وہ ممتاز علماء سے رجوع کرنے میں کبھی نہیں ہچکچایا اور اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اقبال نے جس آئیڈیل کو ابھارا اس کو بروئے کار لانے کے لیے جدوجہد کی جائے اور اس جدوجہد میں افکارِ اقبال کے شارحین کا رویہ اس سلسلہ میں کام کرنے والی قوتوں کی تائید اور تعاون پر مبنی ہونا چاہیے نہ کہ ان کی مخالفت پر